مصری حکومت اور اس کی اسلام کے خلاف جنگ

تحریر: استاد سعید فضل

(ترجمہ)

قاہرہ کی فوجداری عدالت نے یورپ کے 35 اداروں اور 36 افراد کو پانچ سال کے لیے دہشت گرد تنظیموں اور دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔ شامل کیے گئے اداروں میں مختلف یورپی ممالک کے متعدد اسلامی ادارے، کونسلیں، جمعیتیں اور تنظیمیں شامل ہیں۔ ان میں کونسل آف یورپی مسلمز اپنی تمام شاخوں کے ساتھ، مسلمز آف فرانس کا ادارہ، برطانیہ کی اسلامک ایسوسی ایشن، سوئٹزرلینڈ کی مسلم ایسوسی ایشن، جرمنی کا اسلامک الائنس، اور سویڈن اور اٹلی کی اسلامک ایسوسی ایشنز کے علاوہ دیگر کئی یورپی تنظیمیں شامل ہیں۔

اس پابندی کے پس منظر، مقاصد اور نتائج کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے درج ذیل باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

اول: مصری حکومت کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کوئی نیا یا عارضی واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ اس کی فطرت میں شامل ہے۔ 1952ء کے اس انقلاب کے بعد سے، جس کی قیادت امریکہ کے ایجنٹ جمال عبدالناصر نے کی تھی اور انگریزوں کے آخری ایجنٹ شاہ فاروق کا تختہ الٹا تھا، مصری حکومت نے اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کو اپنا بنیادی مقصد بنا لیا۔ اس نے مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن سمجھا اور ہر اس شخص کو جیلوں میں ڈالنا، تشدد کا نشانہ بنانا اور قتل کرنا شروع کر دیا جس نے اس کی مخالفت کی یا اللہ کی طرف بلایا۔

دوم: اگرچہ مصری حکومت نے، خاص طور پر سادات کے دور میں، ان لوگوں سے مصالحت کی جنہیں بعض لوگ "اسلام پسند" کہنا پسند کرتے ہیں، اور انہیں رسمی سیاسی منظر نامے میں شامل ہونے دیا، اپوزیشن کی وفد پارٹی کی چھتری تلے اسمبلی میں داخل ہونے کی اجازت دی، اور انہیں سرمایہ کاری اور آزادانہ کام کرنے کا موقع دیا، لیکن اس کے باوجود حکومت ہمیشہ ان سے خوفزدہ رہی۔ حکومت نے انہیں اپنے سخت پہرے میں رکھا تاکہ وہ اس کے خلاف کوئی بغاوت نہ کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے پاس کوئی اسلامی منصوبہ تھا اور وہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، بلکہ اس کی اصل وجہ ان کے یورپ، خصوصاً برطانیہ کے ساتھ تعلقات تھے۔ برطانیہ ماضی میں مصر پر قابض رہا تھا اور وہ اپنی پرانی نوآبادیات میں دوبارہ اثر و رسوخ قائم کرنے کا خواہش مند تھا۔

اسی لیے یہ پابندی ان اداروں اور تنظیموں پر بھی عائد کی گئی ہے جو یورپی ممالک کے قوانین کے مطابق کام کرتی ہیں، ان کے تحت کام کرتی ہیں اور ان ممالک کے لیے کوئی خطرہ نہیں بنتی ہیں۔ بلکہ یہ ادارے حکومتوں اور پارلیمانوں میں شرکت کے ذریعے یورپی معاشروں میں گھل مل جانے کی دعوت دیتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا ادارہ اس کی ایک مثال ہے، جو اسلام کے دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات کو عام بنانے کے لیے کام کرتا ہے تاکہ تحریف شدہ مذاہب، جیسے کہ یہودیت اور عیسائیت، کے بارے میں مسلمانوں کے نقطہ نظر کو بدلا جا سکے۔

سوم: اگرچہ سادات اور حسنی مبارک اسلام کے سچے اور مخلص خادموں کا تعاقب کرتے تھے اور انہیں جیلوں میں ڈالتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ان "اسلام پسندوں" کے ساتھ نرمی برتتے تھے جو حکومت کی طے کردہ حدود میں کام کرنے پر راضی ہو جاتے تھے۔ اسلامی گروہوں کے ساتھ اس مختلف رویے کی اصل وجہ مصری حکومت کی سرپرست، یعنی امریکہ، کا اسلامی گروہوں کے بارے میں تصور اور ان کی وفاداریوں کا فرق تھا۔ جس شخص کی وفاداری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوتی، اس کے ساتھ کوئی مصالحت نہیں کی جاتی تھی۔ لیکن جو شخص عملیت پسند (pragmatic) ہوتا اور درمیانے راستے یا سمجھوتے قبول کر لیتا، اس کے ساتھ مصالحت کو قبول کر لیا جاتا تھا، خواہ اس کی سیاسی وفاداری یورپ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے لوگوں کے ساتھ مقابلہ مفادات اور اثر و رسوخ کی جنگ کے اصولوں پر ہوتا تھا، نہ کہ آئیڈیالوجی کی بنیاد پر۔

چہارم: حسنی مبارک کے خلاف 25 جنوری 2011ء کے انقلاب کے بعد، جب ان عملیت پسند "اسلام پسندوں" نے امریکہ کے ساتھ ایک معاہدہ قبول کیا اور حکومت کو گرنے سے بچانے کے لیے انہیں عارضی طور پر اقتدار سونپا گیا، تو امریکہ نے ان کے بارے میں اپنی پالیسی بدل دی۔ امریکہ نے ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی نرمی یا مصالحت نہ کرنے کا

فیصلہ کر لیا، حالانکہ وہ اپنے عملیت پسندانہ رویے پر قائم رہے۔ امریکہ کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ ان کی وفاداری حاصل نہیں کر سکتا، اور وہ کسی بھی دوسرے فریق کے مقابلے میں انگریزوں اور یورپیوں کے زیادہ قریب ہیں۔ اس لیے اس نے اپنے ایجنٹ سیسی کو حکم دیا کہ وہ انہیں کچل دے اور ان کی تمام سرگرمیوں پر پابندی لگا دے۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا؛ اگست 2013ء میں رابعہ اسکوائر کے واقعات کے بعد، جہاں ہزاروں مظاہرین کو شہید کر دیا گیا، ہزاروں لوگوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا اور متعدد افراد کو پھانسیاں دے دی گئیں۔

پنجم: مصری حکومت کے متعدد مخالفین، جن میں زیادہ تر "اسلام پسند" تھے، مصر سے باہر خصوصاً ترکی اور یورپی ممالک میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ترکی نے انہیں اپنے ہاں پناہ دی تاکہ ان پر قابو رکھا جا سکے اور انہیں کنٹرول میں رکھا جا سکے۔ پھر کچھ سالوں بعد، جب مصری حکومت نے مصر کے عوام پر اپنا کنٹرول مضبوط کر لیا، تو سیسی نے ایردگان سے اپوزیشن کی آوازوں کو خاموش کرنے اور ان میں سے کچھ کو اس کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا، اور بالکل ایسا ہی ہوا۔ ترکی میں اپوزیشن کی آواز بننے والے متعدد ٹی وی چینلز اور ویب سائٹس کو بند کر دیا گیا، اور ایردگان نے متعدد فعال کارکنوں کو مصری حکومت کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد ان میں سے کچھ افراد یورپ چلے گئے، اور یوں ترکی میں مصری حکومت کے مخالف "اسلام پسندوں" کا وجود ختم ہو گیا۔ اس کی وجہ ایردگان کی بے وفائی اور سیسی کے ساتھ اس کی سازش تھی، کیونکہ دونوں کا آقا ایک ہی ہے؛ یعنی امریکہ۔

ششم: مصری حکومت یورپ میں موجود اپنے مخالفین کے تعاقب کا اس طرح مطالبہ نہیں کر سکتی جیسا اس نے ترکی کے ساتھ کیا تھا، کیونکہ یورپ اسلامی ممالک پر قبضے اور اثر و رسوخ کی جنگ میں امریکہ کا حریف ہے۔ لیکن مصری حکومت زیادہ سے زیادہ وہی گندا کھیل کھیل سکتی ہے جو خود مغرب کھیلتا ہے، یعنی دہشت گردی کے خاتمے کے بہانے اپنے مخالفین کا تعاقب کرنا، جس کے تحت ہر مخالف پر الزام لگایا جا سکتا ہے۔ یہ اس بات کی تمہید ہے کہ وہ یورپی ممالک سے اپنے مخالفین کو حوالے کرنے اور ان کے اداروں کو بند کرنے کا مطالبہ کرے۔ اور یقیناً، یورپی ممالک پر امریکہ کے دباؤ کے ذریعے اپوزیشن کے خاتمے کے مراحل مکمل ہو سکتے ہیں، اور امریکہ اور مصر میں اس کے ایجنٹوں کے لیے میدان بالکل صاف ہو سکتا ہے۔

مصری حکومت کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے، اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ دشمنی صرف سیسی اور اس کے چند ساتھیوں تک محدود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے اپنے ساتھ انٹیلی جنس اور جبر و تشدد کے ایسے عناصر کو شامل کر رکھا ہے جو سب کے سب اسلام اور مسلمانوں سے سخت بغض رکھتے ہیں۔ بعض اوقات یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ زیادہ دشمنی کس کے اندر ہے؛ غلام کے اندر یا حکم دینے والے کے اندر؟! اور اللہ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں۔

مصری حکومت کا خاتمہ بالآخر مصر کے مخلص مسلمانوں کے ہاتھوں طے ہے، خواہ وہ فوج کی صفوں میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں یا عوام اور ان کے علماء میں عز بن عبدالسلام کی اولاد ہوں۔ کیونکہ مصر زمین پر اللہ کا مضبوط قلعہ (کنانہ) ہے، اور یہ ان مخلص لوگوں سے خالی نہیں ہے جو اس پارٹی کے گرد جمع ہونے کا راستہ دیکھ رہے ہیں جس نے اپنے قیام سے لے کر آج تک کوئی تبدیلی نہیں کی، اور جو نہ درمیانے راستوں پر یقین رکھتی ہے اور نہ عملیت پسندی پر۔ وہ پارٹی 'حزب التحریر' ہے، جو ایسی رہنما ہے جو اپنے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔

ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن